اخلاص

بنی اسرائیل کے ایک عابد زاہد کا قصہ ہے کہ لوگوں نے اس سے آکر کہا: یہاں سے کچھ دور پر ایسے لوگ آباد ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر ایک درخت کی پوجا کرتے ہیں۔ آپ اللہ والے ہیں، کوئی تدبیر کیجئے کہ لوگ شرک سے باز آجائیں۔ عابد نے سوچا کیوں نہ درخت ہی کاٹ دیا جائے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ چنانچہ کلہاڑی اٹھائی اور درخت کاٹنے کے ارادے سے چل پڑا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ابلیس انسان کی صورت میں ملا اور دریافت کیا کہ حضرت! یہ کلہاڑی لئے کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ عابد نے جواب دیا کہ فلاں درخت کو کاٹنے جارہا ہوں۔ لوگوں نے اسے اپنا معبود بنالیا ہے۔ ابلیس عابد کو منع کرنے لگا کہ درخت نہ کاٹو۔ بات آگے بڑھی یہاں تک کہ دونوں لڑ پڑے اور عابد نے ابلیس کو پچھاڑ دیا۔ اب ابلیس نے پینترا بدلا۔ بولا: حضرت! آپ بیابان میں یکہ و تنہا پڑے رہتے ہیں۔ فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں آپ کو روزانہ دو دینار نذر کر دیا کروں اور آپ آرام سے اپنی خانقاہ میں اللہ اللہ کریں۔ رہا یہ درخت کا کاٹنا تو اس چکر کو چھوڑیئے۔ اس میں بڑے مسائل ہیں۔ عابد نے ابلیس کی اس تجویز کو تسلیم کر لیا اور اپنی خانقاہ کو واپس لوٹ گیا۔ حسب وعدہ پہلے اور دوسرے دن دو دینار ابلیس نے عابد کو نذر کئے۔ لیکن جب یہ نذرانہ تیسرے دن نہ آیا تو عابد کو بڑا غصہ آیا اور انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب تو انہیں درخت کو کاٹ ہی ڈالنا ہے۔ کلہاڑی لی اور چل پڑے۔ راہ میں ابلیس پھر ملا۔ اس نے عابد کو روکا۔ یہ نہ مانے اور بات بڑھی یہاں تک کہ لڑائی ہوئی اور اب کی بار ابلیس نے عابد کو پچھاڑ دیا۔ شکست کھانے کے بعد عابد نے ابلیس سے پوچھا کہ پہلے تو میں نے تم کو ہرا دیا تھا، اب کی بار کس طرح تم نے مجھے شکست دے دی۔ ابلیس نے کہا کہ بات بالکل صاف ہے۔ پہلے تم مجھ سے صرف اللہ کی رضا کے لئے مخلصانہ طور پر لڑے تھے۔ اس لئے جیت گئے۔ اب کی بار کی لڑائی اللہ کے بجائے دینار کے لئے تھی۔ اس لئے میں جیت گیا تم ہار گئے۔

حضرت ام قیس نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو ان سے شادی کے لئے ایک صاحب نے بھی مکہ کو چھوڑا اور مدینہ آبسے۔ ان کی اس نقل مکانی میں دین کی نصرت اور مسلمانوں کی حمایت کا کوئی جذبہ نہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ» اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر آدمی کو وہی

کچھ ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی اور جس نے اس لئے ہجرت کی کہ دنیا کمائے یا کسی عورت سے شادی کرے تو اس کی ہجرت انہیں چیزوں کے لئے ہجرت مانی جائے گی۔(متفق علیہ)

اخلاص کیا ہے؟

اخلاص یہ ہے کہ انسان ہر کام صرف اللہ اور اس کی رضا کے لئے کرے۔ اس میں ریا یا نمود و نمائش نہ مقصود ہو۔ یہی اخلاص عمل کی جان ہے۔ ہر مسلم کو عمل سے پہلے اپنی نیت درست کر لینی چاہئے۔ اللہ کے نزدیک وہی اعمال مقبول ہوتے ہیں جو صرف اسی کے ڈر یا اسی کی محبت میں کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو ہرگز قبول نہیں کرتا جو دکھاوے کے ہوں، جو دوسروں سے تعریف کرانے کے لئے یا انہیں خوش کرنے یا دکھانے کے لئے ہوں۔ یہی اخلاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ۝٥ ﴾ (البينة: ٥) ترجمہ: انہیں اس کے علاوہ کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلۡخَالِصُۚ ۝٣ ﴾ (الزمر: ٣) ترجمہ: خبردار! اللہ تعالی کی لئے ہی خالص عبادت کرنا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ» اللہ تعالیٰ صرف انہیں اعمال کو قبول کرتا ہے جو اسی کے لئے کئے گئے ہوں اور جس سے صرف اس کی خوشنودی حاصل کی گئی ہو۔(نسائی) ایک مسلمان خواہ تاجر ہو یا عام مزدور ہو، عالم ہو یا طالب علم ہو، یا کچھ اور، ہر ایک کے لئے اخلاص ضروری ہے۔

اخلاص انبیاء کی صفت ہے:

حضرت موسیٰؑ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ مُوسَىٰٓۚ إِنَّهُۥ كَانَ مُخۡلَصٗا وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا ۝٥١ ﴾ (مريم: ٥١) ترجمہ: اور ذکر کرو اس کتاب میں موسی کا۔ وہ ایک چیدہ شخص تھا اور رسول نبی تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَٱذۡكُرۡ عِبَٰدَنَآ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ أُوْلِي ٱلۡأَيۡدِي وَٱلۡأَبۡصَٰرِ ۝٤٥ إِنَّآ أَخۡلَصۡنَٰهُم بِخَالِصَةٖ ذِكۡرَى ٱلدَّارِ ۝٤٦ وَإِنَّهُمۡ عِندَنَا لَمِنَ ٱلۡمُصۡطَفَيۡنَ ٱلۡأَخۡيَارِ ۝٤٧ ﴾ (ص:

٤٥ – ٤٧) ترجمہ: اور ہمارے بندوں، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا ذکر کرو۔ بڑی قوت عمل رکھنے والے اور دیدہ ور لوگ تھے۔ ہم نے ان کو ایک خالص صفت کی بنا پر برگزیدہ کیا تھا۔ اور وہ دار آخرت کی یاد تھی۔ یقینا ہمارے یہاں ان کا شمار چنے ہوئے نیک اشخاص میں ہے۔

اخلاص نیت:

کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد پر جانے کی اجازت طلب کی۔ یہ غزوہ تبوک کا موقع تھا۔ لیکن ان کے پاس نہ اسلحے تھے اور نہ سواریاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی کوئی ایسی چیز نہ تھی جن سے ان کی مدد فرماتے۔ مجبوراً انہیں واپس جانے کا حکم دیا۔ وہ لوگ انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ روتے ہوئے واپس لوٹے۔ ان کے شوق جہاد و شہادت اور اس باب میں ان کے اخلاص پر اللہ تعالیٰ کو بھی رحم آگیا اور قیامت تک کے لئے ان کا ذکر قرآن میں محفوظ کر دیا۔ فرمایا: ﴿ لَّيْسَ عَلَى ٱلضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى ٱلْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا۟ لِلَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۚ مَا عَلَى ٱلْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩١﴾ وَلَا عَلَى ٱلَّذِينَ إِذَا مَآ أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا۟ وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا۟ مَا يُنفِقُونَ ﴿٩٢﴾ ﴾ (التوبة: ٩١ – ٩٢) ترجمہ: ضعیف اور بیمار لوگ اور وہ لوگ جو شرکت جہاد کے لئے راہ نہیں پاتے، اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں جبکہ وہ خلوص دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے وفادار ہوں۔ ایسے محسنین پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اللہ درگذر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں پر بھی اعتراض کا کوئی موقع نہیں ہے جنہوں نے خود آکر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے سواریاں بہم پہونچائی جائیں۔ اور جب تم نے کہا کہ میں تمہارے لئے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا تو وہ مجبوراً واپس چلے گئے اور حال یہ تھا کہ ان کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریک جہاد کی مقدرت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ جب جہاد کے لئے مدینہ سے نکلے تو صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: «إِنَّ أَقْوَامًا بِالْمَدِينَةِ خَلْفَنَا، مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَلاَ وَادِيًا إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيهِ، حَبَسَهُمُ العُذْرُ» مدینہ میں کچھ لوگ ایسے رہ

گئے ہیں جو ہمارے ساتھ وادیوں اور گھاٹیوں میں چلے تو نہیں لیکن اس کے باوجود وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کی مجبوریوں نے انہیں روک لیا ہے۔(بخاری)

عبادت میں اخلاص:

ایک بندے کی ساری عبادتیں اور اطاعت گزاریاں اللہ کے نزدیک صرف اس شرط پر مقبول ہوتی ہیں کہ وہ خالص اللہ کے لئے ہوں۔ اگر ان میں کسی غیر کا شائبہ بھی آجائے تو ہر گز ہر گز قابل قبول نہ ہوں گی۔ حدیث قدسی ہے: «أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ » میں ہر شرک سے بے نیاز ہوں۔ اگر کسی نے کوئی عمل ایسا کیا جس میں میرے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو میں اسے اور شریک دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم) ایک مسلم جب نماز پڑھتا ہے تو اس کی نیت اپنے رب کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ اس کے قیام و قعود اور رکوع و سجود، اس کے خشوع و خضوع کا واحد سبب اور ہدف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے۔ وہ روزہ رکھتا ہے تو اس کا اجر و ثواب اللہ سے چاہتا ہے، وہ حج کرتا اور زکوٰۃ دیتا ہے تو اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی خاطر، غرض کہ اس کا جینا مرنا، اٹھنا بیٹھنا، پوری زندگی صرف رضائے الٰہی کے حصول اور اس کی فرمانبرداری کے لئے ہوتی ہے۔ وہ کوئی عمل اس وجہ سے نہیں کرتا کہ لوگ اسے متقی اور پرہیز گار کہیں، اسے نمازی اور روزے دار اور حاجی صاحب کہیں۔

جہاد میں اخلاص:

اللہ کی راہ میں جنگ کرنا معمولی بات نہیں۔ اس میں انسان اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ جو اللہ کے راستے میں اللہ کے باغیوں سے جنگ کرتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ عین ممکن ہے اس کے بچے یتیم ہو جائیں۔ ظاہر ہے، انسان کی جان بہت قیمتی ہوتی ہے۔ اسی لئے جہاد کی بڑی اہمیت و فضیلت ہے۔ لیکن جنگ میں جان دینا بھی اگر اللہ کے لئے نہیں تو یہ بھی مقبول نہیں۔ اگر جہاد میں اخلاص نہ ہو تو اتنا بڑا عمل بھی اللہ کی نگاہ میں بے وزن اور بے وقعت ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایک آدمی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جہاد کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہوں اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ لوگوں کو میری شجاعت و بہادری بھی معلوم ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿١١٠﴾ ﴾ (الكهف: ١١٠) ترجمہ: پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

اسی طرح ایک بدوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! ایک آدمی مال غنیمت کے لئے جنگ کرتا ہے۔ دوسرا شہرت اور ناموری کے لئے لڑتا ہے اور تیسرا اپنی شجاعت اور بہادری کے اظہار کے لئے جنگ کرتا ہے۔ ان میں کون ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ» جو اس لئے جنگ کرے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو بس وہی اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والا ہوتا ہے۔ (متفق علیہ) اخلاص کا اجر بہت بڑا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مخلص شخص شیطان اور اس کے وساوس سے محفوظ رہتا ہے۔ خود ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے یوں کہا: ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ ﴾ (الحجر: ٣٩) ترجمہ: وہ بولا میرے رب، جیسا تو نے مجھے بہکایا اسی طرح میں زمین میں ان کے لئے دل فریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے اجر کے بارے میں فرمایا: ﴿ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾ ﴾ (النساء: ١٤٦) ترجمہ: البتہ جو لوگ اس سے تائب ہو گئے اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر دیں، ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ مومنوں کو ضرور اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اخلاص کی سب سے بڑی دشمن ریا اور نمود و نمائش ہے۔ یہ ایک چنگاری خرمن اخلاص کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ جہاں ریا آتی ہے اخلاص وہاں سے دبے پاؤں رخصت ہو جاتا ہے۔ ریا نفاق کی علامت اور منافقین کی صفت ہے۔ نفاق اور اخلاص دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ دکھاوا کرنے والے منافقین کی تصویر اللہ تعالیٰ نے یوں کھینچی ہے: ﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾ ﴾ (النساء: ١٤٢) ترجمہ: یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں حالانکہ درحقیقت اللہ

ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ جب یہ لوگ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کے خاطر اٹھتے ہیں اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔

ایک مخلص مسلمان کا دل نفاق اور ریا سے پاک ہوتا ہے۔ نفاق اور ریا کی تخم ریزی پہلے دل میں ہوتی ہے۔ اگر یہ وہاں بارآور ہو جاتا ہے تو اعضاء وجوارح سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر اس سے کسی کو بچنا ہو تو اسے پہلے اپنے دل کو ٹٹولنا چاہئے اور وہاں اس کی بیخ کنی کرنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ، وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ» اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

ریا شرک ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي، الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، أَمَا إِنِّي لَسْتُ أَقُولُ يَعْبُدُونَ شَمْسًا، وَلَا قَمَرًا، وَلَا وَثَنًا، وَلَكِنْ أَعْمَالًا لِغَيْرِ اللَّهِ، وَشَهْوَةً خَفِيَّةً» مجھے اپنی امت کے بارے میں جو سب سے بڑا خوف ہے وہ اللہ کے ساتھ شرک کا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لوگ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا کرنے لگیں گے بلکہ ایسے اعمال کرنے لگیں گے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کے لئے ہوں گے اور پوشیدہ خواہشوں کے لئے ہوں گے۔ (ابن ماجہ) ایک دوسری رویت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ؟ قَالَ: «الرِّيَاءُ» إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: «يَوْمَ تُجَازَى الْعِبَادُ بِأَعْمَالِهِمْ اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاءُونَ بِأَعْمَالِكُمْ فِي الدُّنْيَا، فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً» مجھے تمہارے بارے میں شرک اصغر کا اندیشہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا شرک اصغر کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ریا، اللہ تعالیٰ قیامت میں جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے رہا ہو گا تو کہے گا: تم لوگ دنیا میں جنہیں دکھانے کے لئے عمل کرتے تھے ان کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ ان کے پاس تم کو دینے کے لئے کیا اجر ہے؟ (احمد) یوں قیامت کے دن یہ دکھاوا کرنے والے اجر سے محروم رہیں گے۔

دکھاوا کرنے والے جہنم میں ہوں گے:

بعض غزوات میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ فلاں جہنم میں جائے گا جب کہ وہ فرد مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جنگ کر رہا تھا۔ اس پر صحابہ کرام کو بڑا تعجب ہوا۔ اس آدمی پر لوگوں نے نگاہ رکھی کہ دیکھیں یہ آگے کیا کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ دشمنوں کا انتہائی بہادری سے مقابلہ کر رہا ہے۔ صحابہ کرام کی حیرت دو چند ہو گئی۔ کچھ دیر بعد دیکھا کہ وہ شدید زخمی ہو گیا ہے اور شدت الم سے اس نے اپنی تلوار سے خود کو ہلاک کر ڈالا۔ اسی اثنا میں صحابہ نے اس سے پوچھا کہ اتنی بہادری سے لڑنے کے بعد یہ کیا حرکت کر رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں حمیت کے لئے لڑ رہا تھا اور اس لئے لڑ رہا تھا کہ میری بہادری لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ بالآخر آدمی مر گیا اور رسول اللہ ﷺ کی بات پوری ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بات واضح فرمادی ہے کہ نمائش کرنے والوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے عذاب دیا جائے گا۔ جہنم میں پہلے جانے والے تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ عالم، قاری قرآن، اور شہداء۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مخلص نہ رہے ہوں گے اور سب کچھ دنیا میں لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا ہو گا۔

ریا عبادات کو باطل کر دیتی ہے:

عبادات میں اگر نیت نمود و نمائش کی ہو، اخلاص نہ ہو تو وہ بھلا کیوں کر قبول کی جائیں گی۔ یہ تو ایک طرح سے اللہ کو دھوکا دینا ہوا۔ ان اعمال پر ثواب کے بجائے عذاب ہو گا۔ فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ ٱلَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ ٱلَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُونَ ٱلْمَاعُونَ ﴿٧﴾ ﴾ (الماعون: ٤ – ٧) ترجمہ: "پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں) کو دینے سے گریز کرتے ہیں"۔ اسی طرح وہ لوگ جو نمائش کے لئے صدقہ خیرات کرتے ہیں۔ ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ انہیں سخی اور فیاض کہیں۔ ایسے لوگوں کو آخرت میں کوئی اجر نہ ملے گا۔ ان کی مثال اس زمین کی ہے جس میں کوئی روئیدگی نہیں ہوتی۔ قرآن کہتا ہے: ﴿ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا۟ ۗ ﴿٢٦٤﴾ ﴾ (البقرة: ٢٦٤) ترجمہ: "اس خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینا برسا، تو ساری مٹی بہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی"۔ وہ اعمال جو اللہ کے لئے نہ انجام دیئے جائیں وہ عمل نہیں بلکہ وبال ہیں۔ ان کا کوئی نتیجہ

نہیں ہوتا۔ وہ بے وزن اور بے وقعت ہوتے ہیں۔ ان کی حیثیت گرد و غبار کی ہوتی ہے۔ جو ذرا سی ہوا سے اڑ جاتے ہیں اور پراگندہ ہو کر بے نام و نشان ہو جاتے ہیں۔ ﴿ وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَـٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ﴿٢٣﴾ ﴾ (الفرقان: ٢٣) ترجمہ: "اور جو کچھ بھی ان کا کیا دھرا ہے اسے لے کر ہم غبار کی طرح اڑ دیں گے"۔